اسلامی تصوف اور ہندوستان

اظہار عثمانی۔ دہلی

اسلامی تصوف، حسن اخلاق، اعلیٰ کردار، مذہبی تعصّبات سے بے نیازی، علم باطن سے سرشاری،اورعلم ظاہر میں کامل وباعمل ہونے کا درس دیتا ہے یہ ہرطرح کےتعصب کے خلاف ہے ہر ایک سے محبت کا پیغام دیتا ہے۔ اسلامی تصوف اسلام سے جدا کوئی چیزنہیں ہے۔صوفیہ کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف اسلامی تعلیم کی عملی شکل پیش کرتا ہے۔ اور قرآن مجید کی تعلیم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور کردار کی روشنی میں اعلیٰ ترین اخلاق واقدار پر زور دیتا ہے۔

کم وبیش ہزار سال پہلے ہندوستان میں تصوف مسلمان بادشاہوں کی آمد سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ چونکہ تصوف کا فلسفہ وحدت الوجود، اپنیشدوں کے دور میں شنکر آچاریہ کے نظریۂ سے میل کھاتا تھا، اس لئے ہندوستان میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ اگرہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو معلوم ہوگا کہ جب خلافت راشدہ کے بعد خلافت، ملوکیت میں تبدیلی ہوئی تو آہستہ آہستہ اقتدار کی ہوس نے جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ کو مجروح کردیا۔ خدا کے ان نیک بندوں نے ملوکیت کی مخالفت کی اور بادشاہوں سے قطع تعلق کرلیا۔ یہی بزرگ دین کے محافظ بنے اورصوفیہ کا گروہ کہلائے۔ اکثر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ جب کلام الٰہی موجود ہے، احادیث اور سیرت پاک مشعل راہ ہیں تو پھر صوفی اور تصوف کی کیا ضرورت ؟ اس ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر صوفیاء کا وہ گروہ ملوکیت سے ترک تعلق کرکے،عملی زندگی میں اسلام کا نمونہ پیش نہ کرتا تو ملت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ کیونکہ دوسری صورتوں میں یا تو وہ بادشاہوں کے احکامات کی تائید کرتے یا مخالفت۔دونوں صورتوں میں تباہی کا اندیشہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اس لئے کوڑے مارے گئے کہ انہوں نے حاکم وقت کی بات نہیں مانی نہیں، قید کیا گیا، یہاں تک کہ وہ زندان میں ہی فوت ہوئے۔ یہی نہیں بنوعباس کے دور میں قرآن مجید کی حفاظت ، کے لئے صوفیاء کا جوگروہ سینہ سپر ہوا اس میں اس دور کے نامور صوفی حضرت بایزید، معروف کرخی، ذوالنون مصری، شیخ فریدالدین عطار اور حضرت جنید بغدادی شامل تھے۔

دسویں صدی میں تصوف کی تحریک انتہائی آگے بڑھی، گیارھویں صدی میں ''کشف المحجوب'' کے مصنف حضرت داتا گنجؒ اور سلطان ابوسعید ابوالخیر نے اسے آگے بڑھایا۔ بارھویں صدی میں امام

غزالیؒ نے احیاء العلوم تخلیق کی۔ مولانا شبلی کی رائے ہے کہ ''احیاء العلوم'' کا سایہ عکس وگونج جلال الدین رومیؒ، ابن رشداور شاہ ولی اللہ کے یہاں سنائی دیتی ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی سنجری سلسلۂ چشتیہ کے سرخیل ہیں۔ آپ جملہ اوصاف مشائخ سے موصوف اور انواع واقسام کی کرامات وعالی درجات سے مشہور تھے۔ یہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی سنجری ہندوستان کے لئے ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء میں بغداد سے روانہ ہوئے، کچھ دنوں چشت میں قیام فرمایا، پھر ہرات ہوتے ہوئے سبزہ وار تشریف لائے۔ ہندوستان میں آپ کی آمد لاہور میں ہوئی۔ لاہور سے دہلی ہوتے ہوئے آپ اجمیر پہنچے۔ اس سفر میں آپ کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی آپ کی خدمت میں آپ کے ہم سفر تھے۔ اس سفر کی مدت اور تاریخ کی بابت خواجہ قطب صاحب فرماتے ہیں:

''لاہور سے روانہ ہوکر ۵۸۷ھ میں دو ماہ سفر میں رہنے کے بعد وارد اجمیر ہوئے۔''[۲]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری نے عملی طور پر اسلام کی سیدھی سچی شکل پیش کی اور ثابت کردیا کہ تصوف ہی مالک دوجہاں خداوند قدس، اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اسلام کی سیدھی سچی شاہراہ کا نام ہی تصوف ہے۔ یعنی اسلام اور تصوف کو الگ کرکے ہم دین کی روح تک نہیں پہنچ سکتے۔

خواجہ معین الدین چشتی سنجری کی آمد کے وقت اجمیر پتھورا کا دار السلطنت تھا۔ جب خواجہ نے اجمیر میں سکونت اختیار کی تو یہ بات راجا پتھورا کو ناگوار گزری۔ اس نے مسلمانوں اور معتقدین خواجہ پر طرح طرح کے مظالم کرنا شروع کردیئے۔ حضرت خواجہ نے پتھورا کو مظالم سے باز رہنے کی تنبیہ کی، لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا تو خواجہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ''پتھورا کو ہم نے زندہ گرفتار کرکے لشکر اسلام کے حوالے کردیا ہے۔''

اسی زمانے میں سلطان معز الدین سام، انار اللہ برہانہ غزنی سے اجمیر پہنچا اور پتھورا اس کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوا۔

خواجہ کی سکونت سے پہلے نہ صرف اجمیر میں بلکہ ہندوستان بھر میں کفرو کافری اور بت پرستی کا بول بالا تھا۔ مختلف عقاید کے پیشوا اور سرکش دعویٰ کرتے تھے کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) اپنے آپ کو خدائے جل وعلیٰ کے شریک ٹھہراتے تھے۔ یہ سب پتھروں، ڈھلوں درخت چوپایوں وغیرہ کو سجدہ کرتے تھے یعنی اس وقت کے عوام کفر کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

لیکن اس آفتاب یقین خواجہ معین الدین چشتی سنجری جو حقیقت میں معین تھے، کے قیام کے بعد اجمیر کو اجمیر شریف کا درجہ حاصل ہوا اور ہندوستان کی ظلمت نور اسلام سے روشن ہوئی۔ کتنے ہی افراد مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کا حلقۂ معتقدین اجمیر کے گرونواح اور بیرون ہندوستان پھیلتا ہی گیا۔ خواجہ کی خانقاہ کے دروازے ہر کس وناکس کے لئے کھلے تھے، صبح سے شام تک بے شمار لوگ آتے اور فیض یاب ہوتے۔ یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ جو بھی مشرف بہ اسلام ہوا وہ آپ کی عملی زندگی، تصوف اور اوصاف کی بنا پر ہوا۔[۳]

خواجہ کے دربار میں جہاں شاہوں کے سر جھکتے تھے، وہاں آپ پس ماندہ غرباء کو بھی سینے سے لگاتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو غریب نواز کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنا چاہتا ہو وہ ایسی اطاعت کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر اطاعت نہ ہو۔ معلوم کیا گیا ایسی کونسی اطاعت ہے۔؟ فرمایا'' مظلوموں کی فریاد کو پہنچنا، ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنا اور بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا۔'' یہ اسلامی تصوف کی اصلی شکل ہے۔

پھر فرمایا: جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ اس حقیقت کو جان لے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت دریا جیسی، دویم شفقت آفتاب کی طرح، تیسرے تواضع زمین کی طرح۔

خواجہ عبودیت اور حق تعالیٰ کی تعظیم کے لئے تصوف کو زاد راہ سے تعبیر فرماتے تھے۔ خواجہ کے مرتبے کی بلندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو بزرگ شاہ وگدا اس بادشاہ دین کے مرید ہوئے انہوں نے تصوف کے ذریعہ اسلام کی روح کو پالیا۔ انہوں نے خدا کے بندوں کی دست گیری کی، دنیاوی غرور کو ترک کیا اور عقبیٰ کو اپنا مقام بنایا۔ قیامت تک حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کی عظمت کا ڈنکا آسمان کے گوش ہوش اور فرشتوں کے کانوں تک پہنچتا رہے گا اور خلقت آپ کی وجہ سے منزل صدق میں جگہ پائے گی۔

ہندوستان میں تصوف اور صوفیاء کے سرخیل حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کی آمد اور سکونت کو صدیاں گزر گئیں لیکن آپ کی سلطنت کی بنیادیں وعمارت اورمضبوط و پختہ ہوتی چلی گئیں۔ ہندوستان میں تصوف ایک تنا ور درخت کی طرح پھلتا پھلتا گیا، جس کی شاخیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جب میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان بزرگ کی بیعت سے مشرف ہوا تو میں بیس سال تک ان کی خدمت میں

رہا۔ اس بیس سال کے عرصہ میں ایک لمحہ بھی ان کی خدمت سے غافل نہیں رہا۔ سفر میں حضر میں ان کا بستر اور سامان ساتھ لے کر چلتا تھا۔ جب آپ نے میرے خلوص، خدمت اور عقیدت کو پوری طرح محسوس کرلیا تو اس وقت آپ (حضرت خواجہ عثمان ہارونی) نے اپنے کمال کی نعمتوں سے مجھے سرفراز کیا۔

اسلامی تصوف کی یہ تعلیم جو خواجہ معین الدین چشتی سنجری نے اپنے پیر ومرشد سے حاصل کی، جس سے ہندوستان میں تصوف کا دریا موجزن ہوا جس نے انگنت افراد کو فیض یاب کیا اور خواجہ کی رشد وتعلیم کے نہ سوکھنے والے چشمے جاری ہوئے جو تاقیامت اقوام عالم کو فیض یاب کرتے رہیں گے۔

خواجہ معین الدین چشتی فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت خلق سے بھاگنا اور معرفت میں خاموش رہنا ہے اور یہ کہ جب ہم سانپ کی طرح کیچلی سے باہر آئے اور نگاہ دوڑائی تو ہم نے دیکھا کہ عاشق ومعشوق اور عشق ایک ہیں۔ یعنی عالم توحید میں سب ایک ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حاجی جسم کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں لیکن عارف دل کے ساتھ عرش کے گرد اور حجاب عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں اور لقائے الٰہی چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ

ایک مدت تک میں نے خانۂ کعبہ کے گرد طواف کیا لیکن اب خانۂ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے۔

آپ نے یہ بھی کہا کہ انسان فقر کے نام پانے کا اس وقت مستحق ہوتا ہے کہ جب وہ عالم فانی میں باقی ہوجائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ ثابت کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اس وقت جب کہ گناہوں کو لکھنے والا فرشتہ بیس سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے۔ نیز فرمایا کہ اہل محبت کی علامت یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کا مطیع نہ ہو اور کسی سے ڈر کر اس کے حکم پر نہ چلے۔

آپ نے یہ کہا کہ شقاوت کی علامت یہ ہے کہ تو گناہ کرے اور امید رکھے کہ تو مقبولان خدا میں ہوگا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکالیں۔ اس وقت دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ چنانچہ اس وقت وہ ایک سانس لے گی تو تمام عالم حشر دھوئیں سے بھر جائے گا۔ جو چاہتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے مامون رہے اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے کہ اس سے بہتر اطاعت نہ ہو۔

منقول ہے کہ جس شب میں شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ العزیز وفات پانے والے تھے، چند بزرگوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ دوست معین الدین سنجری آرہا ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لئے

آئے ہیں ۔ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری نے وفات پائی تو آپ کی پیشانی مبارک پر لکھا ہوا تھا۔ (حبیب اللہ مات فی حب اللہ)

خدا کے دوست نے خدا کی محبت میں وفات پائی۔

تصوف کی انتہا عارف کی معراج ہے۔یعنی رغبت دنیا اور معرفت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ عارف وہ ہے جوحق تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو۔خواجہ غریب نواز نے عارف کی تعریف اس طرح کی ہے:

عارف وہ ہے جو راہ عشق میں سوائے خدا کے کسی کو نہ دیکھے۔

عارف کا دل آتش کدہ محبت ہے۔ جو اس میں آتا ہے جل جاتا ہے ۔ کیونکہ عشق کی آگ سے تیز کوئی آگ نہیں ہوتی۔

عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتا ۔

عارف وہ ہے جس پر عالم غیب سے تجلیات کا نزول ہو۔

عارف وہ ہے جس کو ہمیشہ ضربیں لگائی جائیں مگر وہ مشاہدہ دوست کو فراموش نہ کرے اور ضربوں سے متاثر نہ ہو۔

دریا کا بہتا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر میں مل جاتا ہے آواز نہیں رہتی۔ اس طرح جب طالب مطلوب کو پالیتا ہے تو خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔

جس نے پایا خدمت سے پایا۔ مرید کو چاہیئے کہ پیر کا فرماں بردار رہے۔ پیر کے فرمان سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرے اور جو کچھ پیر ادائیگی فرض اور وظائف کے متعلق فرمائے اسے بغور سنے اور اس پرعمل کرے۔

کہ راہ سلوک کی چار منزلیں ہیں۔فرمایا: شریعت : طریقت: معرفت: حقیقت۔

سالک جب ثابت قدم رہتا ہے تو ترقی کرتا ہوا مرتبہ حقیقت پر پہنچتا ہے اور اس مقام تک پہنچنے کے بعد وہ جو مانگتا ہے، ملتا ہے۔

دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنے پیر و مرشد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کے فرمان سے سکونت اختیار کی۔ دہلی خواجہ قطب کی روحانی سلطنت کہلاتی ہے۔ جس کے آثار آج تک نمایاں ہیں، جنہیں زمین ، زمانہ اور حالات وواقعات نہیں مٹاسکے۔ ہندوستان یا دہلی میں کتنے خواجہ پیرو مرشد ہوئے جن کی درگاہوں میں آج بھی چشمہ فیض جاری ہے، ان کا شمار

مشکل ہے لیکن دہلی بائیس خواجہ کی چوکھٹ کہلاتی ہے ۔ جن میں شامل ہیں قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ ، حضرت خواجہ بدر الدین غزنویؒ، خواجہ نجیب الدین متوکلؒ ، شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ، حضرت نصیر الدینؒ چراغ دہلی، حضرت امیر خسروؒ، حضرت خواجہ شمس الدین محمد یحییٰؒ ، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی چشتیؒ ، حضرت خواجہ محی الدین کاشانیؒ ، حضرت خواجہ کمال الدینؒ حضرت مخدوم سماء الدین سہروردیؒ ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ ، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ ، حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادیؒ، خواجہ محبّ النبی مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں، حضرت خواجہ مرزا جان جاناں مظہر شہیدؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ محمد آفاقؒ، حضرت شاہ محمد فرہاد دہلویؒ ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ، اور حضرت خواجہ ابو سعیدؒ ہیں۔[۴]

ان بزرگوں نے برصغیر میں انسانیت اور اسلام کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اقوام عالم کی سیرت، تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی تعلیمات میں ہمیں اخلاق وکردار کے وہ گراں مایۂ خزانے ملتے ہیں جن سے انسانی زندگی مالامال ہوتی ہے۔ در اصل اسلامی تصوف وہ آئینہ ہے کہ جس سے فلسفۂ حیات سے لیکر خدمت بنی نو انسان تک زندگی کا ہر گوشہ جگمگا اٹھتا ہے ۔ اس کی تعلیمات علم وحکمت کی روح ہیں صوفیاء نے حقیقت کو شریعت کے جمال سے ہم آہنگ کر کے اپنی تعلیمات کو آراستہ کیا ہے۔ ان کے اسلامی فلسفۂ تصوف کو جس قدر دلنشیں اسلوب سے پیش کیا جائے گا، اس کی افادیت اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔

حوالے:

۱۔ از کوئے صوفیان تا حضور عارفان مؤلف سید تقی واحدی صالح علیشاہ، مترجم نثار احمد زین پوری۔ قم ۔ ایران، صفحہ ۳۱

۲۔ سید الاولیاء، تصنیف امیر خورد، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ناشر اردو سائنس بورڈ ، لاہور، صفحات ۱۲۷۔۱۳۱۔

۳۔ سیر الاولیاء، تصنیف ۔ حضرت خواجہ سید اسلام الدین نظامی صفحات ۸۸ تا صفحہ ۹۲، اردو تصنیف حضرت خواجہ سید اسلام الدین نظامی۔

۴۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، دلی کے بائیس خواجہ، صفحات ۹ تا ۲۶۵،

☆